سید یونس الحسنی

امریکہ یورپ کشمکش

سویت یونین کے ارتحال سے امریکہ کو واحد سپر پاور کے طور پر کھل کھیلنے کا موقع ملا تو اس نے بین الاقوامی سطح پر من مرضی، جور و جفا، جبر و اکراہ، ظلم و تعدی، دھونس دھاندلی اور اپنے انداز کی موج مستی کے نئے ریکارڈ قائم کئے ہیں۔ کہیں بعض معروف اتحادیوں کی معیت میں اور کہیں انہیں بے خبر رکھ کر ایسی کیفیات پیدا کر دی ہیں جو کمزور یا مرعوب ممالک کے لیے تو وبال جان ہیں ہی خود باراتیوں کے لیے بھی بے طرح رسوائی کا سبب بن گئی ہیں۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ بہت سے معاملات میں مسٹر بش اور یورپین لیڈرز کے مابین سرد مہری کا ساماں پیدا ہو گیا ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ امریکہ جنونی ہے، وہ زبردست گھمنڈی ہے۔ اس کی خودسری حد سے بڑھی ہوئی ہے، وہ ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کے عذاب میں گرفتار ہے۔ کسی کو خاطر میں نہ لانا وہ اپنا حق سمجھتا ہے، اپنی پسند کے مطابق وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور اپنے ہم جولیوں کو پوچھتا تک نہیں۔ دراصل وہ خود کو دنیا بھر کی تمام اقوام سے برتر، ارفع اور اعلیٰ قرار دیتا ہے جس سے اس کے یورپین اتحادیوں کی ساکھ بری طرح مجروح ہوتی ہے۔ یہ ایک طویل قصہ ہے مگر ہم فی الوقت چند امور زیر بحث لانا چاہتے ہیں جو سرد ست اتحادیوں کی باہمی دوری اور اندرونی چپقلش کا پتہ دیتے ہیں۔

اولاً افغانستان کا قضیہ ہی لے لیجیے، فرانس جرمنی نیوزی لینڈ جاپان اور آسٹریلیا نے بھرپور فوجی تعاون کیا۔ برطانیہ کی تو بات ہی نرالی ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ایک باوقار ممبر نے دوران اجلاس مسٹر ٹونی بلیر وزیر اعظم برطانیہ کو سختی سے ٹوک کر یہ الفاظ کہے تھے ''مسٹر بلیر تم نے برطانیہ عظمیٰ کو زیر وکر کے امرایکہ کا پالتو کتا بنا دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا ہماری اپنی بھی کوئی رائے ہے جس پر عمل کر سکیں یا پھر ہمارا ملک منی امریکہ بن چکا ہے''۔ اس پر مسٹر بلیر سیخ پا ہوئے۔ وہ اپنی جماعت کے اس رکن کی بات کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے البتہ امریکہ کے ساتھ وفاداری کی رٹ ضرور لگاتے رہے۔ ایسے ہی ملتے جلتے سوالات برطانیہ میں عام ہو چکے ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے بیگم بلیر اسی طرح کے ایک تلخ سوال پر اخبار نویسوں پر بے تحاشا برس پڑی تھیں جس پر رپورٹرز نے شدید برہمی اور نفرت کا اظہار کیا تھا۔ بے گناہ افغانوں پر بارود کی برکھا برسانے پر جرمنی اور فرانس پہلے ہی اس آپریشن سے علیحدگی اختیار کر چکے ہیں اب نیوزی لینڈ اور جاپان نے بھی اپنی فوجی موجودگی ختم کر کے افغانستان کی تعمیر نو اور لوگوں کی مشکلات کم کرنے میں معاونت کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے یہ شکوہ کیا ہے کہ امریکہ کوئی کام کرتے وقت اپنے ساتھیوں سے ضروری مشاورت نہیں کرتا بس اپنی ہی

ہانکتا چلا جاتا ہے۔ اس رویے سے ہمارے وجود کی نفی ہوتی ہے جو ہمیں کسی قیمت پر قبول نہیں۔

ثانیاً فلسطین کا مسئلہ ہے۔ امریکہ آ ؤ دیکھتا ہے نہ تاؤ' اندھا دھند اسرائیل کی پیٹھ ٹھونکتا اور تل ابیب میں جدید ترین اسلحہ کے انبار لگائے جا رہا ہے۔ انسانی حقوق کا علمبردار ہونے کے باوجود اسے سرزمین فلسطین کے انسانی مسائل نظر نہیں آتے یا وہ انہیں دیکھنے اور محسوس کرنے سے عمداً گریزاں ہے۔ بیشتر یورپی ممالک اور مبصرین ایریل شیرون وزیر اعظم اسرائیل کی اکڑفوں اور فلسطینیوں کے خلاف اس کی جارحانہ اور سفاکانہ کارروائیوں کو مشرق وسطیٰ کے متعلق بش انتظامیہ کی نوتراشیدہ اور اختیار کردہ پالیسی قرار دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اس کھلی چھٹی نے شیرون کو خونخوار بھڑیا بنادیا ہے۔ وہ انتہائی ہٹ دھرم اور بدتمیز ہو چکا ہے جو کسی کو اہمیت دیئے بغیر جب چاہے اہل فلسطین پر کریک ڈاؤن کر دیتا ہے، ان کی عمارات، مکانات اور دوسرا انفراسٹرکچرز تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ چونکہ انفراسٹرکچر کے لیے یورپین ممالک نے فلسطین کو گرانقدر مالی امداد دی تھی اس لیے ان میں شدید تشویش ایک نادیدہ لاوے کی طرح ابل رہی ہے۔ جو کسی بھی لمحے اپنے محور سے نکل کر خرابی بسیار کا باعث بن سکتا ہے۔ بات اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ٹونی بلیر نے بھی مشرق وسطیٰ میں دیرپا امن کی تلاش کے لیے ایک نئی بین الاقوامی کانفرنس بلانے کی تجویز دیدی جو بش حکومت کی سرد مہری کی بھینٹ چڑھ گئی۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ یورپی یونین مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی ضامن ہے اور وہ اس مقصد کے لیے فلسطین اتھارٹی کو فنڈز کی فراہمی میں بنیادی کردار بھی ادا کر رہی ہے جس پر وہ سب مضطرب و بے چین دکھائی دے رہے ہیں۔ دوسری طرف صورت حال بالکل الٹ ہے امریکہ اپنے حلیفوں کو ان معاملات میں سرمو اہمیت نہیں دے رہا، وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے اور اسرائیل کو فوجی لحاظ سے مزید مضبوط اور ناقابلِ شکست بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ایسے نازک حالات اور مسموم فضا میں امریکی تجزیہ نگار حضرات ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق اہل یورپ کو کوسنے دے رہے ہیں۔ منفی اخباری پراپیگنڈہ ایک تسلسل سے جاری ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ ''یورپ صیہونیت اور اسرائیلی سالمیت کے خلاف ہے۔ یورپین ممالک میں صیہونی نسل کے لوگوں کو اچھی نظر سے کبھی نہیں دیکھا گیا اسی لیے یہ لوگ اسرائیل کے بارے میں ایسی گھناؤنی سوچ رکھتے اور اس انداز سے سوچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کو فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم اور انفراسٹرکچر کی تباہی تو دکھائی دیتی ہے لیکن فلسطینیوں کی جانب سے یہودیوں کو نشانہ بنانے کے لیے خودکش حملے، بم دھماکے اور دیگر تباہ کن کارستانیاں نظر نہیں آتیں یا وہ اس پر جان بوجھ کر آنکھیں موندھ لیتے ہیں۔'' ادھر یورپین تھنک ٹینکس الزام عائد کر رہے ہیں کہ بش انتظامیہ سفاک ایریل شیرون کو امن کے علمبردار کا اعزاز دے کر اسرائیلی منصوبوں کے لیے دن رات جدید اسلحہ فراہم کر رہی ہے جس نے اس کی ریاستی دہشت گردی کو حوصلہ اور سہارا دیا ہے۔ اور یہ کام کر کے امریکہ خود ہی دہشت گردی کے حوالے سے اس کا حصہ دار ساتھی بن گیا ہے۔

ثالثاً عراق کی داستان حزن وملال ہے جسے بدقسمتی سے خودعربوں کے ناہنجار زاویۂ فکر نے ترتیب دیا اور نام نہاد عالمی اتحادی برادری نے آتش وآہن سے قرطاس تاریخ پر رقم کر دیا۔ اس عہد ناہموار کی یہ انتہا درجے کی کڑواہٹ ہے جسے چپکے سے نگلنا اب خودعربوں کے بس میں نہیں رہا۔ امریکہ اور اس کے یورپی ہمنواؤں کے مابین عراق پر حملے کے پس منظر میں ایک نیا گڑبڑ گھٹالا سر اٹھا رہا ہے۔ امریکہ عراق کے تمام معدنی وسائل پر شب خون مارنا چاہتا ہے، صدام اس منصوبے کی راہ روک کر کھڑا ہے۔ مقصد براری کے لیے طاغوت ہمہ قسم سازشیں کر رہا ہے۔ کبھی کویت پر حملہ جواز تھا آج اس کے مفروضہ تباہ کن ہتھیار وجہ نزاع ہیں۔ امریکہ اسلحہ انسپکٹروں کی آڑ میں تمام اخلاقی حدود پھلانگ کر جاسوسی کرتا رہا اس پر تعلقات کشیدگی کی انتہا تک پہنچ گئے اور تمام انسپکٹرز کو عراق بدر کر دیا گیا۔ اب کے پھر نئے معائنہ کار بھیجے گئے انہوں نے اپنی پہلی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ''عراق بھر میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے وجود کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ عراقی اسلحہ کی تفصیلات پر مبنی فہرستیں بھی اقوام متحدہ کو ارسال کر دی گئیں لیکن امریکہ کی بدمغزی دیکھئے کہ دستاویزات کا مطالعہ کئے بغیر ہی ان پر حرف استرداد لکھ دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ امریکی اہلکار سپر پاور ہونیکے گھمنڈ میں یو این او کے دفتر سے بغیر اجازت ضروری کاغذات اٹھا کر چلتا بنا جس پر سیکریٹری جنرل کوفی عنان خاصے چیں بہ جبیں ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا کہ عراق پر کسی حملے کا جواز قطعاً نہیں۔ بایں ہمہ مسٹر بش صبح دوپہر شام جب بھی انگڑائی لیتے ہیں ان کی زبان سے عراق پر حملے کی دھمکیاں نکلتی ہیں۔ عرب ممالک بھی اس پر ردِعمل کا اظہار کر چکے ہیں کہ عراق پر حملے کی اجازت دی جائے گی، نہ اپنی سرزمین۔ امریکہ نے ایک چھوٹی سی ریاست قطر میں زبردستی آ ڈیرے لگائے، فوجی اڈہ بنایا، جہاں وسیع پیمانے پر جنگی مشقیں تادم تحریر جاری ہیں۔ اصل قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اس مرحلے پر صرف برطانوی فوجی دستے امریکہ کے ساتھ شامل آوارگی ہیں جبکہ تقریباً پندرہ یورپی ممالک نے امریکی اقدامات پر اپنے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے لاتعلقی اختیار کی ہے۔ سلامتی کونسل کے اجلاس میں فرانس وجرمنی سمیت ان ممالک نے امریکی قرارداد کو کامیاب نہیں ہونے دیا جس سے جھنجھلا کر بش نے کہا کہ ''اگر کسی اتحادی نے ہماری مدد نہ کی تو امریکہ تنہا جنگ لڑے گا اور عراق پر حملہ کرے گا''۔ امریکی عالمی شہرت یافتہ دانشور اور انسانی حقوق کے پرچم بردار پروفیسر نوم چومسکی کا یہ بیان پوری موقف کی تائید مزید اور تقویت کا باعث بنا ہے کہ:

> ''عراق پر مجوزہ امریکی حملے کی واحد وجہ تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنا اور انہیں اپنی ترجیحات کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں بھی عراق پر امریکی یلغار کسی اصول کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد امریکی تابعداری سے انکار کرنیوالے صدام حسین کو سزا دینا تھا کیونکہ کوئی بھی دہشت گرد مافیا حکم عدولی کو برداشت نہیں کرتا۔ جس طرح عراق کے بارے میں کہا

جارہا ہے کہ اسے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار رکھنے کا حق نہیں اسی طرح یہ حق اسرائیل بھارت پاکستان روس اور امریکہ کو بھی نہیں دیا جاسکتا۔''

(روزنامہ اسلام ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۲ء)

امریکی دانشور کا کہا ہوا حرف حرف ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' کا صحیح صحیح مصداق ہے۔ یہی حال امریکہ کے یورپی اتحادیوں کا ہے ان ممالک میں بش کا نام سنتے ہی لوگ عزت افزائی کے لیے تالیاں بجاتے اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، آج اندرونی طور پر خفی و جلی کشمکش انہیں اس موڑ پر لے آئی ہے کہ ایشیا تو ایک طرف براعظم یورپ کے چھوٹے بڑے قصبات شہروں کے گلیوں، بازاروں اور بڑی بڑی شاہراہوں پر ہزاروں لاکھوں افراد مظاہرے کر کے امریکی پالیسیوں کی پرزور مذمت کرتے نظر آتے ہیں۔

قبل ازیں کبھی ایسا ہوتا تھا حکومتی ادارے حرکت میں آتے اور اجتماعات کو منتشر کر دیتے تھے۔ مگر اب ایسا نہیں ہے حکومتیں یا ادارے بالکل دخل اندازی نہیں کر رہے۔ یہ سلسلہ جس وسیع پیمانے پر بڑے منظم طریقے سے جاری ہے اس امر کا غماز ہے کہ امریکہ یورپ برادرانہ تعلقات، مشترکہ پالیسیوں اور متحدہ کارروائیوں کے چاند سورج ایسے گہن کی زد پر ہیں جو دھیرے دھیرے سب کچھ اندھیر کر دے گا۔ اخباری اطلاعات سے مترشح ہے کہ مسٹر بش پر اندرونی دباؤ بھی بڑھ چکا ہے اس کی کابینہ کے دو وزیر احتجاجاً مستعفی ہو چکے ہیں۔ جہاں تک مسٹر جارج ڈبلیو بش کی ذات کا تعلق ہے وہ اپنے باپ کی طرح بے حد جفا کوش، غارت گر، وفا دشمن، دنائت کا نشان بد، خونِ شہیداں کا بے دریغ کھلاڑی، ظالمان قرنِ اولیٰ کا عکس کریہہ، ستم پیشہ سنگدل اور آزارِ جاں ہے۔ وہ اپنی جفا جوئی و جفا کاری کی وجہ سے کائناتِ حاضرہ کے امن و سکون کا عدوئے بے اماں ہے۔ اس کے باپ کا دامن عراقی شہداء کے خونِ بیگناہی سے لتھڑا ہوا ہے اور اس کے اپنے ہاتھ خونِ افغاناں سے بھرے ہوئے ہیں شورش کاشمیریؒ کی روح سے معذرت کے ساتھ' تھوڑی ترمیم کی جسارت کرتے ہوئے ان کے یہ اشعار موجودہ بش کے عین حسب حال ہیں۔

تیرے آب و گِل کی ہے اِن سہ عناصر پر نہاد
خنجرِ بُرّاں ' انی نیزے کی تیغِ خونچکاں
کھیلنے والا شہیدوں کے لہو سے بے دریغ
ظالمانِ عہد حاضر کا امیرِ کارواں